محسن نقوی کی مذہبی شاعری (حمد و نعت سے رِثائی ادب تک)

سیدعنبر فاطمہ*
ڈاکٹر ہلال نقوی**

Abstract:

Mohsin Naqvi (1947 - 1996) is considered among some of the most renowned and unique litterateurs of Urdu Literature who revitalized Urdu Poetry in Pakistan through their skilled art and masterly imagination. In addition to being a well-distinguished romantic poet, Mohsin Naqvi is also known as an excellent orator, a well-known journalist and a skilled creator of both Urdu poetry and prose who held distinguished position among his contemporaries. Today, we do not find many litterateurs in contemporary Pakistani era that have tried, tested and recognised almost all genres of Urdu poetry. Accordingly, this fact makes Mohsin even more prominent that he even included specialities of Urdu poetry such as Hamd, Naat, Salam, Manqabat and Marsiya, in addition to his core competency of creating magnificent Urdu ghazals and nazms (poems). Mohsin Naqvi is widely regarded as a deep thinker. He does not think of religious poetry as merely a collection of poems but essentially pour out his beliefs, maturity, awareness and philosophy of life in it. The fact, that Mohsin created and presented new tactics, phraseologies and thoughts through his religious poetry that were clearly well-distinguished

* سکالر شعبہ اُردو، جامعہ کراچی، کراچی۔
** شعبہ اُردو، جامعہ کراچی، کراچی۔

from those of his contemporaries.The Topical division of Mohsin Naqvi's religious poetry from (Hamd-O-Naat to Risai Adab) shows that Mohsin Naqvi practiced in almost genres in religious poetry. In this context, a detailed analysis of Mohsin's religious poetry reveals that he took diligent care in keeping poetic trends and traditions, accent, phraseologies and power of expression alive.

پاکستان کی سرزمین سے تعلق رکھنے والی شخصیات جنہوں نے اپنی زندگی میں میدان ادب کو اپنے کمالِ فکر وفن سے منور کیا اور اصنافِ سخن میں مذہبی شاعری کو قدرِ اوّل کی حیثیت دی، ان میں محسن نقوی (۱۹۴۷ء۔۱۹۹۶ء) ممتاز ومنفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ مذہبی، سیاسی اور رومانی فکر کے شاعر، خطیب، صحافی اور شعری ونثری مضامین تخلیق کرنے والی شخصیت تھے۔ پاکستان کے موجودہ عہد میں ایسی شخصیات کم ہوں گی جو تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتی رہی ہیں۔اس تناظر میں محسن نقوی کی شخصیت بہت اہم نظر آتی ہے کہ جنہوں نے اردو شاعری میں غزل ،نظم اور قطعہ کے علاوہ حمد،نعت،منقبت،سلام اور مرثیہ جیسی مذہبی اصنافِ سخن کو بھی اپنی شاعری میں برتا ہے۔عام طور پر شعرا کی بیشتر شاعری پر تو کام ہو جاتا ہے لیکن مذہبی شاعری نظر انداز کر دی جاتی ہے۔اس ضمن میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ چونکہ مذہبی اصناف شاعری میں عوام الناس کے معتقدات کے غالب رحجانات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے،اسی لیے حمد ونعت،منقبت وسلام اور مرثیے کو عقیدتی شاعری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔تاہم اسی بنا پر ایک طویل عرصے تک یہ اصناف سخن محض عقیدتوں کے حصار میں مقید ہو کر نقادان ادب کی نظروں سے اوجھل رہیں یا پھر تنقید نگاروں نے انہیں محض اعتقادات پر مبنی شاعری سے معمور سمجھتے ہوئے انہیں اہمیت نہ دی اور باعث نقد ونظر نہ گردانا۔اس حوالے سے جب ہم عالمی ادب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ادبی دنیا میں ایسی کئی اہم اور نمایاں مثالیں موجود ہیں کہ جن میں تخلیق کاروں نے اپنے مذہبی تصورات اور عقائد کی ترجمانی اور عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیقات کو ادب کی بہترین مثالوں کے طور پر بھی اجاگر کیا ہے۔اس ضمن میں ویاس کی ''مہا بھارت''، والمیکی اور تلسی داس کی ''رامائن''، ہومر کی ''ایلیڈ'' اور ''اوڈی سی''، ورجل کی ''اینیڈ''، دانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی''، ملٹن کی ''پیراڈائز لاسٹ'' اور اسپنسر کی ''فیری کوئین'' کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ان تمام ادبی تخلیقات میں کسی نہ کسی طور پر تخلیق کار نے اپنے عقائد اور مذہبی رحجانات کو نمایاں کیا ہے، تاہم دنیائے ادب کی نقد وتحقیق میں ان فن پاروں کو تخلیق کار کے ذاتی اعتقادات اور مذہب سے وابستگی کے جذبات پر جانچنے کے بجائے خالصتاً ادبی معیارات پر پرکھنے کے لیے سپرد تحقیق وتنقید کیا جاتا رہا ہے۔اس پس منظر میں اردو کی مذہبی اصناف سخن کا جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مولانا حالؔی کی ''مسدس مدوجزر اسلام''، علامہ محمد اقبالؔ اور مولانا ظفرؔعلی خان کی ملت اسلامیہ کی شعوری بیداری کے ذیل میں لکھی جانے والی نظمیں، جوشؔ ملیح آبادی کی ''حسینؑ اور انقلاب'' اور حفیظؔ جالندھری کی ''شاہنامۂ اسلام'' وہ بہترین

تخلیقات ہیں جن میں تخلیق کاروں نے فرقہ ورانہ ذہنیت اور مسلکی نقطۂ نظر سے بالاتر ہو کر من حیث القوم تمام مسلمانوں کو تاریخ اسلام سے عزم وحوصلے اور اتحاد بین المسلمین کا درس دیا ہے۔ان شعری کاوشوں کو عوام الناس کے ساتھ ساتھ ناقدین ادب نے بھی اپنے تنقیدی مضامین کا موضوع بنایا۔اس طرح مذہبی شاعری پر تنقیدی افق کی وسعتیں مزید بڑھیں اور مذہبی اصناف سخن پر نقادوں کے تنقیدی رجحانات میں اضافہ ہوتا گیا اور اس حقیقت کا اعتراف کیا جانے لگا کہ مذہبی شاعری انسانی اقدار کے مطالعے کی معاون بھی ہے اور رہنما بھی۔مزید یہ کہ ان اصناف سخن میں طبع آزمائی کی بدولت شعرا کے مذہبی رجحانات میں تو اضافہ ہوا ہی ہے مگر یہ امر بھی خاصا اہم ہے کہ تنقید نگاروں کی توجہ اور دل چسپی بھی ان اصناف کی جانب بڑھتی نظر آتی ہے۔

محسن نقوی مذہبی شاعری کے حوالے سے ایک گہری فکر کے شاعر کی حیثیت رکھتے ہیں۔وہ مذہبی شاعری کو محض نظم کر دینے کا عمل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس میں شعور، جذبات، عقیدت اور آگہی کو بھی شامل رکھتے ہیں۔اس سلسلے میں ان کا کام خاصا وقیع ہے۔ان کے مذہبی شاعری کے مجموعے موج ادراک، فرات فکر اور حق ایلیا کے نام سے منظر عام پر آئے جنہیں محسن کی مذہبی کلیات ''میراث محسن'' میں یکجا کیا گیا ہے۔یہاں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ انہوں نے روایتی طرز فکر سے ہٹ کر عصری تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نئی لفظیات، تراکیب اور خیالات پیش کیے ، نیز مذہبی شاعری کے ضمن میں محسن نقوی تاریخی صداقت اور ادبی اسلوب کے مابین توازن قائم کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔محسن نقوی نے جن مذہبی اصناف میں طبع آزمائی کی ہے، اس تحقیقی مقالے میں ان تمام مذہبی اصناف سخن میں محسن نقوی کی شاعری کا بنیادی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔اس حوالے سے جب محسن کی حمد نگاری کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حمدیہ اشعار میں شاعرانہ اسلوب، تراکیب، لب ولہجہ اور قوت بیان کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، ان کی حمد نگاری میں مشاہدۂ کائنات، تاریخی حقائق کا ادراک، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں احساس تشکر کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔پھر سب سے اہم رخ یہ ہے کہ ان کی حمد نگاری اس حقیقت کی مظہر ہے کہ محسن، قرآن حکیم کی آیات کے معانی ومفاہیم کا گہرا مطالعہ وشعور رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی حمدیہ شاعری میں کئی جگہ موقع ومحل کی مناسبت سے اپنی انہی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بہتر مثالیں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔محسن نقوی نے اپنی مذہبی شاعری میں روایت سے بھی استفادہ کیا ہے اور نئے اسالیب کی تلاش میں بھی سرگرداں رہے۔جہاں تک حمد کا تعلق ہے ان کا انداز بھی اللہ تعالیٰ کے تخلیقی مظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔محسن کی حمدیہ شاعری کا مطالعہ اس امر کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ محسن کائنات کے مشاہدے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے وجود تک رسائی کی جستجو میں ہیں۔یقیناً محسن کے پیش نظر قرآن حکیم کی یہ آیت ضرور رہی ہوگی:

ترجمہ: ''بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں

نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے''۔

(القرآن: پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۹۰)

محسن اپنے مشاہدہ کائنات کا پس منظر اس آیت سے یوں مربوط کرتے ہیں کہ ایک عام فہم قاری بھی با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ ان کی حمدیہ شاعری کا خاص موضوع قرآن کریم کی آیات رہا ہے۔

اے عالم نجوم و جواہر کے کردگار!
اے کار سازِ دہر و خداوندِ بحر و بر
ادراک و آگہی کے لیے منزلِ مراد
بہر مسافرانِ جنوں، حاصلِ سفر
یہ برگ و بار و شاخ و شجر، تیری آیتیں
تیری نشانیاں ہیں یہ گلزار و دشت و در (۱)

اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حمد گوئی کو جتنی محدود صنف سخن تصور کیا جاتا ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ انسان کے غور و فکر کے ساتھ ہی حمد باری تعالیٰ کے دریچے وا ہونے لگتے ہیں۔ انسان کی اپنی ذات کا عرفان اور مظاہر کائنات کے مشاہدے کے ذریعے معرفت رب العزت کے علاوہ وہ احسانات جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسانی وجود میں دنیا میں بھیج کر عطا کیے ہیں، ان بخششوں کا ادراک کرتے ہوئے احساس تشکر، یہ وہ حقائق ہیں جنہیں اگر شعری جامہ پہنا دیا جائے تو خود بخود حمدیہ کلام وجود میں آجائے گا۔ اس ضمن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ محسن نے وجود حق کے بارے میں اپنے وجدان و تخیل کو قرآن مجید سے ہم آہنگ کر لیا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ محسن نقوی کی حمدیہ شاعری میں جابجا قرآن و حدیث کے حوالے ملتے ہیں مثال کے طور پر قرآن کریم کی سورہ ق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی بڑھ کر اس کے قریب ہیں''۔

(القرآن: پارہ ۲۶: سورہ ق، آیت ۱۶)

محسن نے اسی حقیقت کو اپنی فکر کے مطابق یوں بیان کیا ہے:

اکثر یہ سوچتا ہوں کہ موج نفس کے ساتھ
شہ رگ میں گونجتا ہے لہو یا لہو میں تو (۲)

یہ امر مسلّمہ ہے کہ ہر ذی شعور انسان اللہ کے احسانات، اس کی نعمتوں اور بخششوں کا شمار نہیں کر سکتا۔ البتہ ان اکرام والطاف کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ضرور بننا چاہیے۔ یہ شکر گزاری نعمتوں میں فراوانی کا باعث بھی ہوگی اور نعمتوں کی حفاظت کا ذریعہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو یوں بھی ''قدیم الاحسان'' ہے۔ اس کا فیض اپنی تمام مخلوقات پر

مسلسل اور مستقل جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا سلسلہ اس کی تخلیق کردہ ہر شے پر محیط ہے۔ چاہے وہ چرند ہوں یا پرند، انسان ہوں یا جنات، مختلف موسموں کے انداز ہوں یا بلند و بالا پہاڑ و وسیع و بسیط سمندر، غرض کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور احسانات و بخششوں سے فیضیاب ہے۔ حمد نگاری میں محسن نقوی نے عقیدت مندانہ اظہار کے ساتھ نئی شاعرانہ تراکیب بھی استعمال کی ہیں جس سے محسن کی انفرادیت نمایاں ہوئی ہے۔ مثلاً:

''شعاعِ لوحِ نُھی'' سے تراشتا ہے وجود
''غبارِ قافِ قلم'' سے اجالتا ہے بدن!!!
اسی کے واسطے محشر، ''اسیرِ امرِ ظہور!''
اسی کے حکم سے دنیا نمو کی لے میں مگن
اسی کے لطف و کرم سے ''کشیدِ ابرِ بہار''
سجائے ''بطنِ صدف'' میں لب گہر پہ کرن
وہ کردگار دو عالم، ''خبیرِ سرِّ نُھی''
''رفیقِ دل زدگاں'' کبریائے رمز کہن (۳)

موجودہ زمانہ میں جب کہ انسانوں کی اکثریت اپنے انفرادی اور اجتماعی مسائل کے لیے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کناں و مایوس نظر آتی ہے، محسن کی حمدیں ایسے حالات میں رجائیت کا پیغام دیتی نظر آتی ہیں، جہاں ایک طرف محسن اللہ تعالیٰ کے احسانات گنوانے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف تمام انسانوں کو خدائے برحق کی ذات پر کامل ایمان و بھروسے کا پیغام بھی دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر محسن کی حمد نگاری کے مطالعے سے جو تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں خدا کی ذات سے مایوسی و ناامیدی نظر نہیں آتی، بلکہ بہتر مستقل کی امید ہے اور یہ ان کے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسے کی دلیل ہے۔ عام طور پر شعرا اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے اپنے شعری مضامین کو آراستہ کرتے ہیں۔ محسن نقوی کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ وہ اس روایت سے ہٹ کر ثنائے رب تعالیٰ کرتے ہیں۔ اور کہیں بھی احترام و تقدس کے رشتے کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ورنہ بسا اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ شعرا نے اپنی حمدوں میں ایسے الفاظ و اندازِ تخاطب اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے زیبا نہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو محسن اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے بھی تمام تر احتیاطی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے نظر آتے ہیں۔ پھر یہ رخ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ محسن اپنی حمدوں میں تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب دیتے بھی نظر آتے ہیں۔ اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ یہ عبادت جبریہ طور پر کسی فرد پر مسلط نہیں کی جا رہی بلکہ محسن نقوی نے معبودِ برحق کی

بارگاہ میں اس کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے ان محبت سے لبریز جذبات کا اظہار کیا ہے جن کی بنا پر انسان کا دل خود بخود بارگاہِ الٰہی میں جھکتا چلا جاتا ہے۔محسن نے بھی خدا کی ذات پر یقین کامل کے ساتھ عبادت کی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

جھکا میں سامنے اُس کے تو سرخرو بھی ہوا
نہ شرمسار ہے سجدہ نہ ہے جبیں پہ شکن (۴)

ڈاکٹر سعادت سعید محسن کی حمدیہ شاعری کے بارے میں یہ لکھا ہے۔

''محسن نقوی کی مذہبی شاعری میں خدا کو مطلق، نور، خیر، قدیم، جسم سے ماورا اور وجود قرار دیا گیا ہے۔انہوں نے کثرت پرستی کی بجائے وحدانیت کو تسلیم کیا ہے اور توحید وجودی کے نظریے کی پزیرائی کی ہے۔اس نظریے میں رضائے الٰہی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔محسن نقوی نے اپنی شاعری میں جا بجا رضائے الٰہی کے تابع رہ کر عبادت، عمل اور ایمان کا رستہ اختیار کرنے کا عندیہ دیا ہے۔''(۵)

محسن کی نعت گوئی کے تجزیے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی نعتوں میں جہاں رسول اکرمؐ کی سیرت کے مختلف گوشے، اوصاف اور صفات بیان کرنے کا التزام رکھا ہے وہیں ان کی نعت نگاری کا سماجی مقصد یہ ہے کہ نبی کریمؐ کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کر کے انفرادی وسماجی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔محسن کی نعتوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں نے نعت گوئی میں موضوعات کے لحاظ سے یا اندازِ بیان کے اعتبار سے کوئی ایک طرز اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ نعت کے حوالے سے اپنی عقیدت اور رسولؐ کی عظمت کو مختلف ومتنوع اسلوب بیان میں نظم کیا ہے۔ڈاکٹر ریاض مجید کی یہ تحریر مضامین نعت میں تنوع کے حوالے سے انتہائی اہم ہے:

''زمان ومکان کی بدلتی ہوئی صورت حال میں جب آپؐ کی سیرت مبارکہ کے نئے نئے پہلو اور امکانات ظاہر ہوئے تو آپؐ کے حوالے سے تہذیبی اور سماجی، تمدنی اور معاشرتی، معاشی اور اقتصادی، سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات ومضامین نعت آشنا ہو گئے۔آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی یہ بوقلمونی اور رنگا رنگی با آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔حضور اکرمؐ کی مدحِ وتوصیف کے علاوہ آپؐ کی ذات، حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات ومعمولات کے اذکار شخصی ،واردات وکیفیات کے بیان، قومی وملی مسائل کے ذکر ــــــ اپنے گناہوں کا احساس، اشک ندامت، رسول اللہؐ سے شفاعت طلبی، اپنے غموں کے مداوا کے لیے رسولؐ سے فریاد ــــــ جیسے مضامین بھی نعت کا موضوع ہیں۔''(٦)

محسن نے مضامین نعت میں ادب و احترام کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مکمل بصیرت و شعور سے کام لیا ہے۔ چونکہ حضور اکرمؐ کی شان میں مدح و توصیف ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، کہ آپؐ کے احترام و ادب میں ذرا سی بے احتیاطی اور چھوٹی سی لغزش بھی نعت نگار کے افکار و الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے ایمان و اعمال کی بربادی کا سامان کر دیتی ہے، لہٰذا شاعر کو حفظ مراتب میں خدا اور اس کے حبیبؐ کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ فن نعت گوئی کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں رسولؐ کی تعلیمات اور سیرت کے ذریعے احکامات الٰہی اور فرمودات نبویؐ کو عام کیا جائے۔ پھر یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ محسن نے نعت نگاری کو روایتی یا رسمی طور پر اپنانے کے بجائے بارگاہ رسالتؐ میں اپنی قلبی و روحانی وابستگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اس اظہار میں ان کا ادراک اور شعری شعور بھرپور انداز میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ اہم ہے کہ عام زندگی میں کوئی بھی انسان اپنا اظہار مدعا جذبات اور بے باکی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ چاہے اس کی بات سنی جائے یا نقار خانے میں کہیں دب جائے اور یہی حال عشق مجازی میں بھی سامنے آتا ہے کہ محبوب بہرحال انسان ہی ہوتا ہے جس کا کوئی سماجی مرتبہ ہو یا نہ ہو مگر اپنے محبّ کی نظر میں وہ سب سے بڑھ کر اعلیٰ و ارفع ہوتا لیکن مذہبی اصناف سخن کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ خاص طور پر صنف نعت کہ نعت گوئی اگر تلوار کی تیز دھار پر سفر ہے تو آنحضرتؐ سے خطاب، الفاظ و بیان کے اس پل صراط سے گزرنا ہے جس کے نتیجے میں روزِ آخرت پل صراط کے سفر کی کیفیت کا ہوگا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی شاعری میں جب صنفِ نعت تنقید کا موضوع بنی تو نقادان ادب خصوصاً نعتیہ تنقید نگاروں نے اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے نعتیہ شاعروں کی اصلاح و رہنمائی کے لیے بھی ضروری قرار دیا۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رضا رقمطراز ہیں:

> ''نعت گو شعرا حضرات کی تعداد فکر و تخیل سے زیادہ ہوئی تو تنقید نعت کا تصور وقت کا تقاضا بن کر ابھرا۔ اگر تنقید و تحقیق کا پرچم اپنے وجود کا احساس نہ دلاتا تو رطب و یابس کے نام پر نعت میں وہ کچھ آنے لگتا جو کسی صاحب ایمان کو گوارہ نہیں تھا۔ تنقید و تحقیق کا مطلب تنقیص و عیب جوئی نہیں بلکہ اصل مقصد نعت کی شاہراہ پر چلنے والوں کی رہنمائی ہے۔''(۷)

اس ضمن میں نقادوں نے فنِ نعت گوئی کے حوالے سے کچھ اصول و قواعد وضع کیے ہیں اور انہی کو معیار تنقید بنا کر نعتیہ شاعری کو موضوع تنقید بنایا جاتا ہے۔ ان میں اہم ترین رہنما اصول یہ ہیں کہ تخلیق نعت کے عمل میں شاعر اپنی پروازِ تخیل کو شرعی حدود و قیود کے اندر رکھے اور فضائل حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بیان میں عقائد کی تفصیلات و جزئیات تک کی صحت کا خیال اور نبیؐ کی تعلیمات کو مدِ نظر رکھے۔ آپؐ کے ذکر میں اپنے جوش جذبات کے ساتھ عقل و خرد اور ہوش کو بھی ملحوظ رکھے۔ سیرتؐ طیبہ پر گہری نظر، تعلیمات نبویؐ سے دلی لگاؤ اور وابستگی، مقصد بعثت سے آگاہی

،ادراک مقام نبوتؐ، دینی امور ومسائل سے واقفیت، تزکیہ قلب ونگاہ، باطنی طہارت، عقیدے کی پختگی، جذبات کی صحت وصداقت اور تاریخ عہد رسالتؐ سے بہرہ وری بھی ضروری ہے ۹۔ ان تنقیدی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب محسن نقوی کی نعت نگاری کا تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے رسمی نعت گوئی نہیں کی بلکہ پوری دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ نعت شناسی کا حق ادا کیا ہے۔ان کی نعتوں میں حُسنِ تاثیر کا جوہر تو ہے ہی مگر ایک خاص بات جو انہیں دوسروں سے ممیّز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ محسن کی نعتیں ان کے تاریخ اسلام کے وسیع وعمیق مطالعے ومشاہدے کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔رسول کریمؐ کی قدسی صفات کے ذکر میں، جہاں عموماً شعرا کے قلم سے حفظ مراتب کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور وہ کیف ومستی کے عالم میں وہ کچھ بھی کہہ جاتے ہیں جو آداب نعت کے شایان شان نہیں، مگر محسن نے ہمیشہ آداب ومراتب کا لحاظ قائم رکھا ہے۔ یہاں تک کہ فضائل وشمائل حضرت محمد مصطفیٰؐ بیان کرنے میں محسن کسی زمینی شے کو تشبیہ یا استعارہ قرار دینے کے بجائے قرآن حکیم کی آیات والفاظ کو یوں مستعار لیتے ہیں:

آیات تیرےؐ حسن خدوخال کی مثال
والّیل تیری زلف ہے رخسار والقمر
والعصر زاویہ ہے تیریؐ چشم ناز کا
والشّمس تیریؐ گرمیٔ انفاس کا شرر
یٰسین تیرےؐ نام پہ الہام کا غلاف
طٰہٰ تراؐ لقب ہے، شفاعتؐ ترا ہنر (۱۰)

محسن کی نعت نگاری کے یہی وہ خاص رخ ہیں جن کی وجہ سے اصغر ندیم سید نے یہ لکھا ہے:

''محسن ایک اچھے شاعر تھے خاص طور پر انہوں نے جو نعتیہ شاعری کی، وہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ اسے ان کا ایک بڑا کام قرار دیا جا سکتا ہے۔''(۱۱)

محسن نقوی کی منقبتوں کے مطالعے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان میں گویا عقیدت کا ایک دریا رواں ہے۔ان کی منقبت نگاری آل رسولؐ اور ائمہ کرامؑ کی محبت کا وہ رخ عیاں کرتی ہے، جو محسن کے عقیدے کے مطابق رسولؐ سے نہایت قریبی تعلق رکھتے ہیں۔محسن کی منقبت نگاری کے حوالے سے قتیل شفائی کا تجزیہ بھی ایک اہم حوالہ ہے جس میں انہوں نے یہ لکھا ہے:

''سید محسن نقوی کو شاعر اہل بیتؑ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محسن کی مولائی اور کربلائی شاعری میں بھی اتنی دلکشی اور دلربائی ہے کہ اس پر ایمان لائے بغیر چارا نہیں۔۔۔۔ وہ اپنی ذات میں کائنات کی وسعتیں رکھنے والا شاعر تھا۔

اسے اپنے عہد کے تقاضوں کا اس حد تک احساس تھا کہ لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتے ہوئے
مسائل حیات سے پیچھے رہ جانا اس کے نزدیک پسپائی سے کم نہیں تھا۔"(۱۲)

قتیل شفائی کے ان تاثرات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ محسن نے منقبتوں میں مسائل دوراں کے حوالے سے بھی نئے موضوعات نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کے حل کی کوششوں کے طور پر اہل بیتؑ و آل محمدؐ کی سیرت کو مشعل راہ بھی بنایا ہے۔ ان کے نزدیک وطن عزیز کا سب سے بڑا مسئلہ فرقہ واریت اور اس سے پیدا ہونے والے تعصّبات وقتل و غارت گری تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی منقبتوں کو محض اپنے مسلک کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں کے تمام مسالک کے اتحاد و یگانگت کو اہمیت دیتے ہوئے فروعی اختلافات کو رفع کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ سیرت آل محمدؐ کے وہ رخ جو من حیث القوم تمام مسلمانوں کے لیے باعث عقیدت و لائق تقلید ہیں، محسن دنیائے اسلام کو انہی ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے اور امن و محبت کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔ اپنی منقبتوں میں عقائد کے اظہار کو محسن مسلط کرنے کے بجائے اپنے ممدوحین کی سیرت و کردار کے وہ گوشے نمایاں کرتے ہیں جن پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے منقبتوں میں دیگر مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کو طنز و حقارت کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا بلکہ اتحاد بین المسلمین کی شعوری کوشش کی ہے جو وقت کا اہم ترین تقاضا بھی ہے۔ وہ تمام مسالک کو متحد ہو کر مذہب اسلام کی طاقت و قوت بننے کی اور تمام مسلمانوں کو ایک قوم ہو کر وطن عزیز کی حفاظت کرنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی منقبتوں میں وسعت نظری اور وطنیت کا تصور بھی کھل کر سامنے آتا ہے۔ محسن نقوی اتحاد بین المسلمین کو پاکستان کی اہم ترین ضرورت سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی مذہبی شاعری کو تمام تر تعصّبات سے بالاتر رکھا۔ اپنے عقائد کا اظہار تو ضرور کیا مگر اختلافی اور مسلکی موضوعات سے اپنے قلم کو بچائے رکھا۔ انہوں نے اپنی منقبتوں میں آل محمدؐ کے اطاعتِ خداوندی، صبر و ایثار، جرات و بہادری، ثابت قدمی و شجاعت اور توکل و قناعت کے موضوعات کو بھرپور انداز میں اجاگر کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت زینبؑ کی مدح میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

طاعت میں بے مثال، شجاعت میں بے بدل
قدموں میں بھی ثبات، ارادوں میں بھی اٹل
سیرت میں بردبار، بصیرت میں بے خلل
معیار باوقار تو گفتار برمحل
انساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی
زینبؑ حسینیت کو بھی جینا سکھا گئی (۱۳)

محسن نقوی کی منقبت نگاری کے تنقیدی مطالعے میں ناقدین کی آرا کی روشنی میں کئی پہلو زیر بحث لائے جا سکتے ہیں۔مثلاً کم وبیش تمام نقادوں کا یہ خیال ہے کہ محسن نے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کو بارگاہ اہل بیتؑ و آل محمدؐ کے حضور نچھاور کرنے میں اس قلبی تعلق کا بے پناہ اظہار بھی کیا ہے جس کی وجہ سے انہیں محض رسمی منقبت نگار قرار نہیں دیا جا سکتا۔حمد ونعت کی طرح منقبتوں میں بھی انہوں نے خوبی سے نئی تراکیب اور لفظیات کو برتا اور غزل گوئی پر عبور ہونے کی بنا پر تغزل کا رنگ بھی منقبتوں میں شامل کیا۔اس ضمن میں سید وحید الحسن ہاشمی نے اسے ان کی انفرادیت سے تعبیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

> ''محسن نقوی بزم شاعری کے نہایت رنگیلے اور رسیلے شاعر تھے۔انہوں نے جوش ملیح آبادی اور قیصر بارہوی کی مذہبی شاعری کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا۔جوش سے نئی نئی تراکیب کی تہذیب و وضع داری اور قیصر بارہوی سے انوکھا پن اور تیکھا پن لے کر اپنی ایک الگ اور منفرد راہ نکالی۔غزل کی جدید روایت پر دسترس ہونے کی وجہ سے ان کی منقبتوں میں بھی تغزل رچ بس گیا ہے۔''(۱۴)

محسن کے سلاموں کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک سلام نگاری محض گریہ وزاری کا ہی نام نہیں بلکہ واقعہ کربلا سے حاصل کی جانے والی آگہی کو،قلم وقرطاس کے ذریعے عوم الناس کے ذہنوں میں منتقل کیا جائے۔اس ضمن میں انہوں نے ان تہذیبی اقدار اور سماجی رویوں کا خاص خیال رکھا ہے جو خانوادۂ رسولؐ وآل رسولؐ کا بنیادی وصف ہیں۔حمد ونعت اور منقبت کے بعد جب محسن نقوی کی سلام نگاری کا تنقیدی مطالعہ کیا جاتا ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے سلاموں میں شہدائے کربلا سے محض رسمی عقیدت کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ان کی سلام نگاری کے پس منظر میں واقعات کربلا ایک تدریجی انداز میں نظر آتے ہیں۔پھر محسن کے سلاموں میں ان کے وہ افکار بھی نمایاں ہیں جن کی بدولت وہ واقعۂ کربلا کو درسِ ہدایت و رہنمائی تصور کرتے ہوئے اپنی زندگی کی مشعل راہ بناتے ہیں۔انہوں نے امام حسینؑ کی شہادت عظمیٰ سے حق و باطل اور خیر وشر کے مابین جو امتیاز دیکھا ہے اسے وہ کربلا کا ابدی پیغام سمجھتے ہیں اور اسی پیغام سے اپنی فکر وآگہی کو جلا بخشتے ہیں۔محسن کی سلام نگاری کے پس منظر میں ان کی فکر کا سب سے نمایاں پہلو یہی ہے کہ وہ کربلا کے واقعے کو رہتی دنیا تک کے لیے حق اور باطل کا استعارہ سمجھتے ہیں۔بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ تمام عالم اسلام کو اپنی اس فکر سے شناسا کرنا چاہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سید فخر الدین بلّے نے ان کی شاعری کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ محسن نقوی کے سلاموں کا ایک اہم رخ وہ تغزل ہے جس کے بارے میں سب ہی نقادوں نے نشاندہی کی ہے۔گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ محسن کی سلام نگاری میں تغزل کا رنگ کافی نمایاں ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ چونکہ محسن نے مذہبی شاعری سے قبل غزل کے میدان میں بھرپور انداز میں طبع آزمائی کی تھی اور سلام بھی غزل ہی کی ہیئت میں کہے جاتے ہیں لہذا محسن کو مذہبی شاعری کی اصناف میں صنف سلام،

تغزل کے اظہار کے لیے سب سے زیادہ موزوں لگی۔ گو کہ سلام اپنے موضوع کے اعتبار سے بعینہٖ غزل جیسے تغزل کا متحمل نہیں تاہم محسن نے شرعی آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے سلاموں میں تغزل کو بھی نمایاں کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد رضا کاظمی کہتے ہیں:

''کچھ شاعر ایسے ہیں خصوصاً اردو میں جنہوں نے غزل سے آغاز کیا مگر بعد میں مذہبی شاعری کی طرف آ گئے ان میں میر انیس، میرزا دبیر بھی ہیں۔ محسن نقوی ان شاعروں میں جنہوں نے اپنا اعتبار قائم کیا غزل کہہ کر مگر بعد کو کل وقتی مذہبی شاعر بن گئے۔ غزل کی جو ایک صفت ہوتی ہے تغزل وہ غزل سے مشروط نہیں ہوتی۔ تغزل ایک کیفیت اور مزاج کا نام ہے جس کا ایک جز غنائیت ہے اور ایک جز تہذیبی رچاؤ۔ جب محسن نقوی نے مذہبی شاعری کا آغاز کیا تو ان صفات نے ان کی شعری بلاغت میں بطور خاص اضافہ کیا اور وہ درمیانی صف سے نکل کر صف اول کے مذہبی شاعر شمار ہوئے۔''(۱۵)

محسن کے اس رنگ تغزل کو سلاموں کے ان اشعار میں با آسانی دیکھا جا سکتا ہے:

پھول مہکے جو بہاروں میں تو سوچا میں نے
کن شہیدوں کے لیے سرخ قبائیں آئیں؟
مسکراتے ہوئے تاروں نے جھکا لیں آنکھیں!
یاد جب بھی علی اصغرؑ کی ادائیں آئیں (۱۶)

....

چمن والو علی اصغرؑ سے سیکھو
خزاں میں مسکرانے کا قرینہ
دمکتا ہے سدا اشکوں کی مے سے
دل مومن کا نازک آبگینہ (۱۷)

یہ حقیقت ہے کہ محسن نقوی نے سلام نگاری میں شہدائے کربلا کی قربانی کی اہمیت کو کئی زاویوں سے واضح کیا ہے۔ شہدأ کی قربانی وایثار، صبر و توکل، شجاعت و بہادری اور وفا شعاری کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے اسے محسن کی سانحہ کربلا سے دلی وابستگی کا مظہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ چھ ماہ کے ننھے علی اصغرؑ سے لے کر اسّی سال کے مسلم بن عوسجہ کی قربانیوں کو محسن نے اپنے سلاموں جس انداز سے بیان کیا ہے اس میں دردانگیزی تو موجود ہے مگر باطل قوتوں اور ظلم و جور کے آگے پسپائی اور شکست کے آثار نظر نہیں آتے۔

محسن کے سلاموں کی خاص بات یہ ہے کہ جذبات کی حد سے گزرتے ہوئے وہ اپنے عقائد کے اظہار میں تعصّبات کا شکار نہیں ہوتے۔شہدائے کربلا سے مودّت کا جذبہ انہیں نوعِ انسانی سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔محسن کا یہی جذبہ محبت ان کی مذہبی شاعری کی اساس ہے۔انہوں نے اپنے افکار کے ذریعے نہ تو دوسرے عقائد کے ماننے والوں کی تضحیک کی اور نہ ہی تعصّبات میں مبتلا ہوکر مسلکی اختلافات کو ہوا دی۔شہدائے کربلا کی شان میں کہے گئے ان کے سلام اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی مذہبی شاعری میں عشقِ رسولؐ و آلِ رسولؐ وشہدائے کربلا ہی ہر طرف منعکس ہوتا ہے۔اس بات کی تائید بلا امتیاز مسلک وعقیدہ سبھی کرتے نظر آتے ہیں،جیسا کہ حفیظ تائب نے یہ کہا ہے:

> ''ان کا ایک بڑا حوالہ یہ تھا کہ وہ شاعرِ رسولؐ و آلِ رسولؐ تھے۔ میں نے انہیں کئی مسالموں میں ذکرِ آلِ رسولؐ کرتے سنا ان کی ارادت بے کنار تھی اور حسنِ کلام بھی بے پناہ۔۔۔۔میں نے ان میں تعصب ہرگز نہیں دیکھا۔''(۱۸)

محسن نقوی نے مرثیہ نگاری کے تناظر میں امام حسینؑ کو جابر و ظالم قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ان کا مرثیہ امام حسینؑ کی سیرت کے بعض اہم گوشوں یعنی اطاعت وعبادتِ الٰہی اور صبر ورضا کی وہ اعلیٰ منزلیں جو امام حسینؑ نے میدانِ کربلا میں طے کی ہیں،ان کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔نیز تہذیبی اقدار کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ صبرِ حسینیؑ سے ظلم وستم کو شکست دینے کا درس بھی دیتا نظر آتا ہے۔محسن نے جہاں منقبت وسلام میں واقعۂ کربلا اور انسانی فکر پر اس کے دوررس اثرات کا ذکر بھرپور انداز میں کیا ہے وہیں اپنے مرثیے میں بھی واقعۂ کربلا سے متعلق کئی اہم زاویوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں ان کے مرثیے ''صبر۔شبیرؑ کے سجدے سے ظفریاب ہوا'' کا حوالہ رثائی ادب میں اہمیت کا حامل ہے۔محسن کا یہ مرثیہ مختصر مرثیوں میں شمار ہوتا ہے اور موضوع وکیفیت کے اعتبار سے اس پر کلاسیکی مرثیے کے بجائے جدید مرثیے کا رنگ غالب ہے۔یوں تو محسن نے کئی منقبتی مسدس بھی لکھے ہیں جن کے اختتامی اشعار میں رثائی رنگ بھی نمایاں ہوتا ہے،تاہم انہیں مرثیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔یہی وجہ ہے کہ محسن کے تمام تر مذہبی کلام میں جو باقاعدہ مرثیہ موجود ہے وہ صرف ایک ہی ہے،باقی عزائیہ نظمیں ہیں یا منقبتی مسدس جن پر بعض ناقدین کو مرثیے کا گمان بھی ہوتا ہے مگر اپنے موضوع،مزاج اور اجزا کے لحاظ سے وہ مرثیے میں شمار نہیں۔چنانچہ جب محسن نقوی کی مرثیہ نگاری کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا تو ان کے مرثیے ''صبر۔شبیر کے سجدے سے ظفریاب ہوا'' کے حوالے سے ان کی فکر کے کئی پہلو بھی سامنے آئے۔مثال کے طور پر ''صبر۔شبیرؑ کے سجدے سے ظفریاب ہوا'' میں محسن نقوی نے صبر کی تعریف،تشریح اور وضاحت انتہائی بہترین مثالوں سے دی ہے۔اس مرثیے میں امام حسینؑ صبر کے تاجدار کے طور پر نظر آتے ہیں۔مگر اس صبر میں اختیار، فتح،خود اعتمادی، کامرانی، بلند

ہمتی، مضبوط قوت ارادی کی مجسم تصویریں امام حسینؑ کے ہر فعل سے عیاں ہیں۔ حسینؑ کا صبر انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ حسینؑ کا صبر اس انقلاب کی دلیل ہے جس نے بشر کو یہ فکری شعور عطا کیا کہ تا قیامت باطل سے نبرد آزمائی کرنی ہے، باطل کے سامنے کبھی سر نہیں جھکانا۔ یہ فکری رویہّ صبرِ حسینؑ کے مظاہر سے جھلکتا ہے۔ محسن نقوی، صبرِ حسین کو نہ صرف ایک تہذیبی قدر کے طور پہچنوا رہے ہیں بلکہ صبرِ حسینؑ کو انقلاب کا محرک اول بھی قرار دیتے ہیں۔ محسن نے اس مرثیے میں امام حسینؑ کو فاتح کے طور با اختیار و کامران پیش کیا ہے۔ مگر اس کا یہ تاثر نہیں لینا چاہیے کہ حسینؑ چونکہ فوق بشر ہیں اس لیے ان کے لیے مصائب سہنا آسان ہے۔ حسینؑ صبر کی انتہا، جرات و ہمت کی بلندی اور ارادوں کے اٹل ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حق کی حفاظت کے لیے، اسلام کی سربلندی کے لیے، ذبحِ عظیم پیش کرتے ہیں۔ حسینؑ اپنے لہو سے دینِ اسلام کو سیراب کر دیتے ہیں۔ امام حسینؑ کے جذبۂ جہاد کا روحانی ارتقا اس جذبے کی ترجمانی کرتا ہے جو جدید مرثیے کا بنیادی مقصد ہے۔ اس مرثیے کو پڑھ کر مجموعی طور پر جو تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ محسن مرثیہ نگاری میں جوشؔ ملیح آبادی سے متاثر تھے (۱۹)۔ جوشؔ کی فکر میں بیعت باطل سے انکار اور راہِ حق میں ثبات قدموں کے ساتھ جہاد کی ایک ولولہ انگیز للکار ہے اور ساتھ ہی ساتھ اصلاحِ معاشرہ اور عصری شعور نظر آتا ہے۔ یقیناً محسن نے بھی وطنِ عزیز میں جبر، ظلم اور آمریت کے تسلط دیکھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مرثیہ نگاری میں حسینؑ حق گوئی کا استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں:

وہ حسینؑ ابن علیؑ ، زندہ و تابندہ حسینؑ
تا ابد اپنے اصولوں میں وہ پائندہ حسینؑ
اپنے زخموں کی شعاعوں سے وہ رخشندہ حسینؑ
حق کی تجسیم وہ نبیوں کا نمائندہ حسینؑ
وہ جو میثاق کے ہر لفظ کی تجدید بھی ہے
جس کی مقروض نبوت بھی ہے توحید بھی ہے (۲۰)

محسن کے ہاں مرثیے میں کہیں کہیں مصطفیٰ زیدی کے مرثیے کے رنگ بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ رنگ اس نمائندہ سوچ کا ہے جو اس وقت کے ہر دردمند، باضمیر، انسان کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔ محسن نے یوں تو دیگر اصنافِ سخن میں بھی جذبات نگاری کی مثالیں پیش کی ہیں خاص طور پر مذہبی شاعری میں کبھی اپنے عقیدت مندانہ جذبات کو لفظی جامہ پہنایا ہے تو کبھی برگزیدہ ہستیوں کے احساسات و جذبات کی قلمی تصویریں بنائی ہیں۔ لیکن اگر ان جذبات میں جامعیت کو دیکھنا ہو تو محسن کا مرثیہ اس کی عمدہ مثال ہے۔ محسن نے اس مرثیے میں روزِ عاشور تمام شہدا کی قربانیوں کے بعد امام حسینؑ کے قلبی جذبات کی کیفیت یوں رقم کی ہے:

جس نے شاداب چمن پل میں اجڑتے دیکھا

جس نے چپ رہ کے عزیزوں کو بچھڑتے دیکھا **(۲۱)**

اس آخری مصرعے میں چپ رہ کے بلاغت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ امر حسینؑ کا صبر جمیل عیاں کر رہا ہے اور یہی ''چپ'' امام حسینؑ کے جذبات و احساسات کی بھرپور عکاسی بھی کر رہی ہے۔ پھر یہ بھی کہ اس ''چپ'' میں شکست کا عنصر شامل نہیں بلکہ اس خامشی میں صبر کا بحر بیکراں موج زن ہے۔ یہ وہ چپ ہے جو حسینؑ کے پایۂ استقامت کے ثبات کو ظاہر کرتی ہے اور یہ چپ اپنے اندر وہ ہزاروں طوفان لیے ہوئے ہے جن کی منزل ایک ایسے انقلاب زمانہ پر منتج ہے جو ظلم و جور، جبر و استبداد اور محرومی و ناانصافی کے خلاف اجتماعی طرزِ فکر بن کر ابھرے گا۔ محسن نے اپنے مرثیے میں امام حسینؑ کے جذبات کے اظہار میں کئی جگہ عمدہ الفاظ و تشبیہات و استعارے برتے ہیں جس سے کلام میں حسن و تاثیر پیدا ہوگئی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سلیم اختر نے یہ لکھا ہے:

> ''محسن نقوی کی مذہبی شاعری کا مطالعہ کرنے پر احساس ہوتا ہے کہ محسن نقوی نے شاعری سے محض رلانے کا کام لینے کی کوشش نہ کی بلکہ اپنے اشعار میں شاعرانہ محاسن پیدا کرنے کی بھی کوشش کی، ایسی شاعرانہ سعی جسے تنقیدی پزیرائی بھی ملی۔'' **(۲۲)**

اردو زبان و ادب کے ناقدین کی آرا کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے محسن نقوی کی مذہبی شاعری کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ محسن نے مذہبی اصناف میں جس مقصد کو اولین ترجیح دی ہے وہ خدا و مخلوق کے درمیان محبت، اطاعت و خداوندی، تعلیمات نبویؐ کی ترویج، اسوۂ حسنہ اور اہل بیتؑ و آل رسولؐ کی سیرت کے ان گوشوں کو اجاگر کرتا ہے جن کی پیروی کرنے میں تمام عالم اسلام کو متحد ہونا چاہیے۔ محسن نے اپنے قلم سے ہمیشہ معاشرے میں موجود باطل قوتوں اور جبر و ناانصافی کے خلاف کلمہ جہاد بلند کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افتخار عارف نے ''بیادِ محسن'' میں محسن کی مذہبی شاعری کے بارے میں اپنے تنقیدی افکار یوں نمایاں کیے ہیں:

> ''زبان و بیان پر کامل دسترس رکھنے والا یہ شاعر اپنے موضوعات کے اعتبار سے بھی اپنے ہم عصروں میں مختلف تھا اور اپنے اسلوب کے اعتبار سے بھی ایک جداگانہ شناخت رکھتا تھا۔ غزلیں، نظمیں، نعتیں، سلام، منقبت، مرثیے جس بھی صنفِ سخن میں نکل جاتا اپنی علیحدہ شناخت کے سبب ممتاز نظر آتا۔۔۔۔۔ محسن نقوی ادب کے اس قبیلے سے تھا جو لفظ کو اللہ کی عنایت سمجھتے ہیں اور توفیقِ شعر کو خیر کی ترویج و فروغ، عدل و

مساوات اور خیر و خوبی سے معاشرے کو تبدیل کرنے کی جدوجہد کے لیے لازم و واجب جانتے ہیں۔ بساط بھر کوشش کرتے ہیں کہ یہ دنیا ظلم کی بجائے عدل، باطل کے بجائے حق اور بدی کے بجائے نیکی سے بھر جائے۔ لکھنا محسن کا کام تھا سو اُس نے لکھا اور جم کر لکھا۔ اہلِ پاکستان نے بلا اختلافِ مذہب و مسلک اُس کے شعر کی داد دی اور اس کے کلام کو آنکھوں سے لگایا۔''(۲۳)

حوالہ جات

۱۔ محسن نقوی، موجِ ادراک، مشمولہ میراثِ محسن، (مرتبہ) خالد شریف، ماورا پبلشرز، لاہور، بار اول، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۱۱

۲۔ ایضاً، ص ۱۲

۳۔ ایضاً، فراتِ فکر، مشمولہ میراثِ محسن، ص ۹۔۱۱

۴۔ ایضاً، فراتِ فکر، مشمولہ میراثِ محسن، ص ۱۱

۵۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، برقی مکتوب (Email) (غیر مطبوعہ)، بنام عنبر فاطمہ، ۶ دسمبر ۲۰۱۳ء

۶۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، مقالہ: نعت، مشمولہ نقوش لاہور، رسول نمبر، جلد دہم، شمارہ ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۰۔۲۱

۷۔ سید ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر، نعت شناسی، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، بار اول، ۲۰۱۱ء، ص ۲۹

۸۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، ڈاکٹر، نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، مئی ۲۰۱۲ء، ص ۸

۹۔ عبداللہ شاہین، پروفیسر، نعت گوئی اور اس کے آداب، دارالسلام، سعودی عرب، ۲۰۰۹ء، ص ۱۸۲۔۱۸۳

۱۰۔ محسن نقوی، فراتِ فکر، مشمولہ میراثِ محسن، ص ۲۶

۱۱۔ اصغر ندیم سید، تعزیت نامہ، مشمولہ اس نے کہا آوارگی، (مرتبہ) افضال شاہد، ماورا پبلشرز، لاہور، سن ندارد، ص ۲۳۰

۱۲۔ قتیل شفائی، تعزیت نامہ مشمولہ اس نے کہا آوارگی، ص ۲۳۱

۱۳۔ محسن نقوی، موجِ ادراک، مشمولہ میراثِ محسن، ص ۱۳۳

۱۴۔ سید وحید الحسن ہاشمی، مکتوب (غیر مطبوعہ)، بنام عنبر فاطمہ، ۵ مئی ۲۰۰۸ء، لاہور

۱۵۔ محمد رضا کاظمی، ڈاکٹر، (ایک رسمی انٹرویو)، عنبر فاطمہ، ۱۰ مئی ۲۰۰۸ء، کراچی

۱۶۔ محسن نقوی، فراتِ فکر مشمولہ میراثِ محسن، ص ۱۴۴

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۴۷

۱۸۔ حفیظ تائب،تعزیت نامہ،مشمولہ اس نے کہا آوارگی،ص ۲۲۹

۱۹۔ ہلال نقوی،ڈاکٹر،بیسویں صدی اور جدید مرثیہ،محمدی ٹرسٹ لندن،کراچی،بار اول،فروری ۱۹۹۴ء،ص ۳۰۷

۲۰۔ محسن نقوی،فرات فکر مشمولہ میراث محسن،ص ۹۲

۲۱۔ ایضاً ص ۹۳

۲۲۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،مکتوب (غیر مطبوعہ)،بنام عنبر فاطمہ،۱۷ جون ۲۰۰۸ء،لاہور

۲۳۔ افتخار عارف،مضمون: بیاد محسن،مشمولہ ماہنامہ ماورا انٹرنیشنل،لاہور،محسن نقوی نمبر،جلد ۸،شمارہ ۱،جنوری ۲۰۰۷ء،ص ۷